

جامعہ حقانیہ کاترجان
ساہیوال
سرگودھا
الحقانیہ
مجلہ

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ اپریل ۲۰۱۴ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

فہرست

- پیش لفظ رسالہ ”دافع الوسواس عن تحذیر الناس“ مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم 3
- درس حدیث حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ 16
- ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ 19
- حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ 21
- حضرت مولانا فضل محمد رحمہ اللہ تعالیٰ پروفیسر حامد علی اعوان 43
- اخبار الجامعہ مولانا محمد آصف چنیوٹی 47

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فاسٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ: رسالہ کے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر: 0301-0331-6769897

کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

پیش لفظ رسالہ ”دافع الوسواس عن تحذیر الناس“

حضرت مولانا کمال الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فاضل جامعہ امینیہ دہلی نے آج سے تقریباً نصف صدی قبل ”تحذیر الناس“ کی تائید میں ڈھول کی آواز کے نام سے جو رسالہ تحریر فرمایا تھا، حال ہی میں اس کا جدید ایڈیشن ”دافع الوسواس عن تحذیر الناس معروف بہ ڈھول کی آواز“ کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے، اس رسالہ پر پیش لفظ کے لیے حضرت مولانا مرحوم کے نبیرہ وحفید جناب مولانا ظہور احمد صاحب مدظلہ نے صدر جامعہ و مدیر اعلیٰ مجلہ ”الحقانیہ“ سے فرمائش کی۔ ان کی فرمائش پر مذکورہ رسالہ کے پیش لفظ کے طور پر جو مقالہ سپرد قلم کیا گیا ہے، اس میں ”تحذیر الناس“ کے متعلق ایک جامع مضمون آگیا ہے، افادہ عام کے لیے اس مرتبہ ادارتی صفحات میں وہ ہدیہ قارئین ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام خاص طور پر اہل علم حضرات اس سے مستفید ہوں گے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قاسم العلوم والخیرات، بانی دارالعلوم دیوبند، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک اثر کی تشریح پر ایک جامع اور علمی رسالہ ”تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس“ کے نام سے تحریر فرمایا تھا، اس رسالہ ہدایت مقالہ ”تحذیر الناس“ کا مقصد خاتم النبیین کے معنی کی وضاحت اور حضرت نبی کریم ﷺ کے لیے ختم نبوت ذاتی، رتبی اور زمانی کو ثابت کرنے کے ساتھ آپ ﷺ کا نبی الامۃ ہونے اور نبی الانبیاء ہونے کو بیان کرنا اور ایسے تمام شبہات کا ازالہ کرنا تھا جو ختم نبوت پہ کیے جاسکتے ہیں۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علمی رسالہ میں ختم نبوت کے عقیدہ

کو قطعی دلائل سے ثابت فرما کر واضح طور پر تحریر فرمایا ہے کہ ”جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو وہ کافر ہے“ چنانچہ صفحہ ۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

”سواگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدالالت التزامی ضرور ثابت ہے، ادھر تصریحات نبوی ﷺ مثل: انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انه لانی بعدی، او کما قال۔ جو بظاہر طرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے، اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اجماع امت بھی منعقد ہو گیا، گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعت فرائض اور وتر وغیرہ، باوجود یکہ الفاظ احادیث مشعر تعدد رکعت متواتر نہیں، جیسا ان کا منکر کافر ہے اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔“ (تحذیر الناس ص ۱۰)

”تحذیر الناس“ کی اس عبارت میں حضرت نانوتوی نے آنحضرت ﷺ کے لیے ختم نبوت زمانی کے اثبات کے لیے چار دلیلیں پیش فرمائی ہیں۔ دو دلیلیں تو قرآنی لفظ خاتم النبیین سے ہی ماخوذ ہیں، ایک باعتبار دلالت مطابقی اور دوسری باعتبار دلالت لزومی۔ یعنی اطلاق اور عموم کے اعتبار سے جس طرح ختم نبوت مرتبی پر لفظ خاتم النبیین کی دلالت مطابقی ہے ایسی ہی ختم نبوت زمانی پر اسی لفظ خاتم النبیین کی دلالت مطابقی ہے، ورنہ دلالت التزامی سے ختم نبوت زمانی بہر حال ثابت ہے۔

تیسری دلیل ختم نبوت زمانی پر آپ نے متواتر احادیث سے پیش فرمائی ہے اور ان احادیث کو ایسا متواتر قرار دیا ہے، جیسا عدد رکعات فرض و وتر کی احادیث متواتر ہیں، جن سے فرض و وتر کی رکعت کی تعداد ثابت ہوتی ہے۔

چوتھی دلیل آپ نے اجماع کی پیش فرمائی ہے کہ ختم نبوت زمانی پر امت محمدیہ علیٰ

صاحبہ الصلاۃ والتحیۃ کا اجماع منعقد ہو چکا ہے، یعنی پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔

ان چار دلائل سے ختم نبوت زمانی کو ثابت فرمانے کے ساتھ آپ نے اس کے منکر کا حکم بھی بایں الفاظ بیان فرمایا ہے ”جیسا ان کا منکر کافر ہے اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔“۔ ختم نبوت زمانی پر ان چار زبردست دلائل کے قائم کرنے اور اس کے منکر کو واضح لفظوں میں کافر قرار دینے کے باوجود اگر کوئی شخص حضرت نانوتوی قدس سرہ کی طرف ختم نبوت زمانی کے انکار کی نسبت کرتا ہے اور آپ پر ختم نبوت کے انکار کی تہمت لگاتا ہے تو اس کو سوائے مفتری اور دجال کے اور کیا کہا جاسکتا ہے، کسی نے سچ کہا ہے

اذالم تخش عاقبة الليالي ولم تستحي فافعل ماتشاء

یاد رہے کہ حضرت نانوتوی قدس سرہ نے ”تحذیر الناس“ میں آنحضرت ﷺ کے لیے ختم نبوت زمانی کے ساتھ ختم نبوت مرتبی کو بھی ثابت فرمایا ہے۔ ختم نبوت مرتبی کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جس طرح زمانے کے اعتبار سے خاتم ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اسی طرح آنحضرت ﷺ وصف نبوت کے ساتھ بالذات منصف ہیں، یعنی آپ کو براہ راست بالذات نبوت عطا فرمائی گئی اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو آپ ﷺ کے واسطے سے نبوت عطا کی گئی ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور ان کے کمالات میں واسطہ اور ذریعہ ہیں اور ان کو نبوت اور کمالات حضور ﷺ کے واسطے سے عطا فرمائے گئے ہیں، جس طرح آفتاب کو حق تعالیٰ نے کارخانہ اسباب میں بغیر کسی واسطہ کے روشنی عطا فرمائی ہے اور چاند و ستاروں کو آفتاب کے واسطے سے روشن کیا ہے اور وہ اپنی روشنی حاصل کرنے میں آفتاب کے محتاج ہیں، اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی نبوت اور تمام کمالات کے حاصل کرنے میں آنحضرت ﷺ کے

فیض کے محتاج ہیں۔

غرضیکہ آپ ﷺ کے لیے خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت مرتبی بھی ثابت ہے، خاتمیت زمانی تو کسی وضاحت کی محتاج نہیں کیونکہ ہر شخص سمجھتا ہے کہ جس کا زمانہ آخری ہو اور اس کے بعد کوئی نبی نہ آئے وہ خاتم زمانی ہے اور اس خاتمیت زمانی کو حضرت اقدس نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”تحذیر الناس“ ہی میں چار دلائل سے ثابت فرمایا ہے، جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ رہا معاملہ خاتمیت مرتبی کا اسے سمجھنے کے لیے یقیناً علم اور توجہ کی ضرورت ہوگی۔

اور وہ یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے فیض سے مستفیض ہیں اور جس کو بھی کمالات نبوت عطا ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اور واسطہ سے عطاء ہوئے، اس کے لیے اگر بالفرض والمحال آپ کے بعد کسی نبی کا وجود ممکن ہو تو پھر بھی آپ کی اس ذاتی اور مرتبی خاتمیت میں فرق نہیں آئے گا کیونکہ وہ نبی بھی ”اگر ہو“ تو آپ ﷺ کی ہی فیض نبوت سے مستفید ہوگا تو جس طرح آپ پہلے انبیاء کرام کے خاتم ہیں اور انہوں نے آپ کے فیض سے نبوت کا فیض حاصل کیا ہے، ایسے ہی فرضی طور پر اگر کسی نبی کا وجود آپ کے بعد تسلیم کر لیا جائے تو وہ بھی آپ کے فیض نبوت سے مستفید ہوگا، جس کا مطلب واضح ہے کہ افراد محققہ اور افراد مقدرہ دونوں کے لیے ہی فیض رسانی میں آپ واسطہ اور ذریعہ ہوں گے اور سب کے لیے آپ ﷺ مرتبہ کے لحاظ سے خاتم قرار پائیں گے اور اس خاتم مرتبی میں فرضی اور مقدرہ افراد کی وجہ سے کوئی فرق نہیں آتا، واضح رہے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ختم نبوت مرتبی کو ثابت کرنے کے لیے فرمائی ہے، اس کا یہ مطلب نکالنا ہرگز ہرگز صحیح نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی آ سکتا ہے کیونکہ ختم نبوت زمانی کو آپ چار دلائل کے ساتھ پہلے ہی ثابت فرما چکے ہیں اور اس کے انکار کو کفر

قرار دے چکے ہیں۔

اسی طرح آپ کی اس عبارت کا یہ مطلب لینا کہ کسی نبی کے آنے سے ختم نبوت زمانی میں کوئی فرق نہیں پڑتا کسی طرح بھی صحیح نہیں کیونکہ ”تحذیر الناس“ کی عبارت کے سیاق و سباق سے اس کی تائید نہیں ہوتی کیونکہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں ”اگر بالفرض“ لفظ موجود ہے، ہر ذی عقل بخوبی سمجھتا ہے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کوئی فرضی بات سمجھا رہے ہیں، آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کے وجود کو تسلیم نہیں فرما رہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: لو کان نبی من بعدی لکان عمر۔ اگر میرے بعد بالفرض کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔

بات واضح اور صاف ہے کہ آپ ﷺ کے بعد چونکہ کوئی نبی نہیں اس لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نبی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی شخص اس مضمون میں تحریف کر کے حضور اقدس ﷺ کی ذات اقدس پر یہ الزام لگانے لگے کہ آپ نے اپنے بعد کے لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی تسلیم کر لیا ہے تو کیا کوئی مسلمان اس کو مان لے گا؟ ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔

اسی طرح حضرت نانوتوی کی عبارت ”اگر بالفرض“ سے یہ ثابت کرنا کہ آپ نے حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد نبی کے آنے کو مان لیا ہے، ہرگز ہرگز صحیح نہیں کیونکہ حضرت نانوتوی تو اس بات سے آپ ﷺ کی نبوت ذاتی ورتبی کو ثابت فرما رہے ہیں نہ کہ ختم نبوت زمانی کا انکار کر رہے ہیں، کمالاً یشغفی علی من له ادنی مسکة بالعلم والفہم۔

سابقہ تفصیل سے واضح ہے کہ ”تحذیر الناس“ میں حضرت نانوتوی نے ختم نبوت زمانی اور ختم نبوت ذاتی ورتبی کو دلائل واضحہ سے ثابت فرمایا ہے اور ختم نبوت زمانی کے انکار کو کفر قرار دیا ہے ”حضرت کا اصل منشاء ختم نبوت کے مفہوم میں توسیع پیدا کرنا ہے“ یعنی

ختم نبوت کا صرف ایک معنی ختم نبوت زمانی مراد لے کر ختم نبوت کے معنی کو اس مفہوم میں منحصر کرنا صحیح نہیں بلکہ ختم نبوت زمانی کو تسلیم کرتے ہوئے ختم نبوت رتبی و ذاتی کو بھی اس مفہوم میں شامل کرنا ضروری ہے، تاکہ اس سے نبی الامۃ ہونے کے ساتھ آپ ﷺ کا نبی الانبیاء ہونا بھی ثابت ہو جائے اور یہ ظاہر ہے کہ اس سے آپ ﷺ کی شان اقدس کا اور زیادہ ارفع و اعلیٰ ہونا لازم آتا ہے جیسا کہ المہند کی عبارت ذیل سے واضح ہے:

فہو خاتم النبیین ذاتا و زمانا ولیس خاتمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم منحصرۃ فی الخاتمۃ الزمانیۃ، فإنہ لیس کبیرۃ فضل ولا زیادۃ رفعة أن یکون زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم متأخرا من زمان الأنبیاء قبلہ بل السیادۃ الکاملۃ و الرفعة البالغۃ والمجد الباہر والفخر الزاہر تبلیغ غایتہا إذا کان خاتمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتا و زمانا۔ وأما إذا اقتصر علی الخاتمۃ الزمانیۃ فلا تبلیغ سیادتہ و رفعتہ صلی اللہ علیہ وسلم کمالہا ولا یحصل لہ الفضل بکلیتہ و جامعیتہ، و ہذا تدقیق منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ظہر فی مکاشفتہ فی إعظام شأنہ وإجلال برہانہ وتفضیلہ و تبجیلہ صلی اللہ علیہ وسلم، كما حققہ المحققون من ساداتنا العلماء کالشیخ الأكبر والتقی السبکی وقطب العالم الشیخ عبد القدوس الکنکوہی رحمہم اللہ تعالیٰ، لم یحم حول سرادقات ساحتہ فیما نظن و نری ذہنٌ کثیرٌ من العلماء المتقدمین والأذکیاء المتبحرین و ہو عند المبتدعین من أهل الهند کفر و ضلال و یوسوسون إلی أتباعہم و أولیائہم أنه إنکار الخاتمۃ صلی اللہ علیہ وسلم فہیہات و ہیہات، ولعمری إنه لأفری الفری و أعظم زور و بہتان بلا امتراء، ما حملہم علی ذلك إل الحقد والشحناء والحسد والبغضاء لأهل اللہ تعالیٰ و خواص عبادہ، وكذلك جرت السنۃ الإلہیۃ فی أنبیائہ و أولیائہ۔ (المہند علی المفند ص ۵۲، ۵۳)

ترجمہ: پس آپ ﷺ خاتم النبیین ہوئے ذاتاً بھی اور زماناً بھی اور آپ کی خاتمیت صرف زمانے کے اعتبار سے نہیں ہے، اس لیے کہ یہ کوئی بڑی فضیلت نہیں کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ سے پیچھے ہے بلکہ کامل سرداری اور غایت رفعت اور انتہاء درجہ کاشرف اسی وقت ثابت ہوگا جب کہ آپ کی خاتمیت ذات اور زمانہ دونوں اعتبار سے ہو، ورنہ محض زمانہ کے اعتبار سے خاتم الانبیاء ہونے سے آپ کی سیادت و رفعت نہ مرتبہ کمال کو پہنچے گی اور نہ آپ کو جامعیت و فضل کلی کاشرف حاصل ہوگا اور یہ دقیق مضمون جناب رسول ﷺ کی جلالت و رفعت شان و عظمت کے بیان میں مولانا کا مکاشفہ ہے، ہمارے خیال میں علماء متقدمین اور اذکیاء متبحرین میں سے کسی کا ذہن اس میدان کے نواح تک بھی نہیں گھوما، ہاں ہندوستان کے بدعتیوں کے نزدیک کفر و ضلال بن گیا۔ یہ مبتدعین اپنے چیلوں اور تابعین کو یہ وسوسہ دلاتے ہیں کہ یہ تو جناب رسول ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار ہے، افسوس صد افسوس! قسم ہے اپنی زندگی کی، ایسا کہنا پر لے درجہ کا افتراء ہے اور بڑا جھوٹ و بہتان ہے جس کا باعث محض کینہ و عداوت و بغض ہے۔ اہل اللہ اس کے خاص بندوں کے ساتھ اور سنت رسول اللہ اسی طرح جاری ہے، انبیاء اور اولیاء میں۔

”المہند“ کی تشریح سے بھی واضح ہے کہ حضرت نانوتوی کا مقصد ختم نبوت زمانی کا انکار ہرگز نہیں ہے، بلکہ وہ صرف اس معنی میں ختم نبوت کے انحصار کا انکار فرما رہے ہیں۔ ان کے نزدیک ختم نبوت جیسے زمانہ کے اعتبار سے ہے ایسے ہی مرتبہ اور ذات کے اعتبار سے بھی ہے ورنہ ختم نبوت زمانی پہ ان کا ایمان ہے، اس کے انکار کو وہ خود کفر قرار دیتے ہیں، چنانچہ ”مناظرہ عجیبہ“ میں ارشاد فرماتے ہیں:

”الف: اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں، جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں“۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۴۴)

”ب: خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے، ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں“۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۵۶)

حضرت قاسم العلوم فرماتے ہیں: ”جو بعد آپ کے کوئی شخص کسی کی نسبت نبوت کا خیال کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں“۔

ان عبارات سے پتہ چلا کہ ”تحذیر الناس“ کی عبارت اپنے مقصد اور مدعا میں بالکل بے غبار ہے نہ تو اس میں ختم نبوت زمانی کا انکار ہے اور نہ ہی ”اگر بالفرض“ والی عبارت کا تعلق ختم نبوت زمانی سے ہے بلکہ اس کا ربط جیسا کہ ہم نے تفصیلاً لکھا ختم نبوت رتبی سے ہے اور وہ بھی علی سبیل الفرض والاحال، اس لیے ”تحذیر الناس“ سے ختم نبوت زمانی کا انکار نکالنا سراسر ظلم اور زیادتی بلکہ بہتان عظیم اور عناد ہے کما تقدم فی عبارت ”المہند علی المفند“۔

”تحذیر الناس“ یقیناً ایک علمی تحقیقی کتاب ہے، حضرت نانوتوی نے بلاشبہ اس میں بڑی تدقیق سے کام لیا ہے اور انہوں نے بڑے اچھوتے انداز میں زمانی اور رتبی اور ذاتی ہر طرح کی ختم نبوت کو حضرت نبی کریم ﷺ کے لیے ثابت فرمایا ہے اور منکرین کے لیے آپ نے انکار کی گنجائش نہیں چھوڑی۔

پھر یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جس شخص نے ہر طرح کی نبوت کو آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ختم ہونا ثابت فرمایا ہے، اس پر ختم نبوت زمانی کے انکار کی تہمت لگائی جا رہی ہے، فیاللاسف۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا۔ والی اللہ المشتکی۔

مرزائی وقادیانیوں نے اپنے پیروکار مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعویٰ نبوت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے جیسے قرآن و حدیث کی صریح و صحیح نصوص میں تحریف کر کے انہیں اپنے غلط دعویٰ کی تائید میں پیش کیا اور بزرگان کی عبارات میں تحریف کی

ایسے ہی انہوں نے حضرت نانوتوی کی کتاب ”تحذیر الناس“ کو بھی توڑ مروڑ کر اپنے مفید مطلب ثابت کرنے کی کوشش کی، جسے اہل حق نے ناکام بنادیا۔ اب اہل حق کے دلائل قاہرہ کے سامنے کوئی مرزائی تاقیامت دم نہیں مار سکتا۔

ادھر بریلوی مکتب فکر کے بانی فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب نے تو کمال ہی کر دیا کہ ”تحذیر الناس“ کے مختلف صفحات سے عبارات اخذ کر کے ایک مسلسل عبارت بنا کر حضرت اقدس نانوتوی کی طرف منسوب کر دی اور پھر اس کی عربی بنا کر علماء حرمین شریفین کے سامنے اسے پیش کر کے اس خود ساختہ عبارت کی بنیاد پر حضرت نانوتوی کی تکفیر کرائی اور ”حسام الحرمین“ کے نام سے اسے ہندوستان میں شائع کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے ”تحذیر الناس“ میں کیا کیا تحریف کی، اس کی تفصیل آپ کو پیش نظر کتاب ”ڈھول کی آواز“ میں مل جائے گی۔

حضرت نانوتوی کی عبارت بالکل صاف اور بے غبار ہے، تاہم چونکہ علمی عبارت ہے اس لیے اہل علم نے اس کی بروقت وضاحت فرما کر ”المہند علی المفند“ کے نام سے اعلیٰ حضرت کی تحریفات اور تلبیسات کا مدلل جواب تحریر فرمایا اور پھر گزشتہ سو سال کے عرصہ میں اس پر بہت سے مناظرے ہوئے اور کتابیں لکھی گئیں، لیکن افسوس کہ اس سب کچھ کے باوجود پرنا لہ وہیں رہا۔ تمام وضاحت اور صراحت کے باوجود یہی پروپیگنڈہ جاری ہے کہ دیوبندی ختم نبوت کے منکر ہیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس لیے ضرورت تھی کہ کتاب ”تحذیر الناس“ کی عبارت کا بے لاگ تجزیہ کیا جائے اور اسے بریلوی مکتب فکر کے ان اہل علم کی خدمت میں پیش کیا جائے جو جماعتی گروہ بندی اور تحزب سے قطع نظر از روئے انصاف اس کا مطالعہ کر کے اس بارے میں اپنا فیصلہ صادر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم خدمت حضرت مولانا کامل الدین رتو کالوی رحمہ اللہ

تعالیٰ سے لی جنہوں نے ”تحذیر الناس“ کا منصفانہ اور عادلانہ جائزہ لے کر ثابت فرمایا کہ اس کتاب میں ختم نبوت زمانی کے انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس میں تو ہر طرح کی نبوت کو آپ ﷺ کے لیے ختم ہونا ثابت کیا گیا ہے، اعلیٰ حضرت نے جو اس سے ختم نبوت زمانی کا انکار نکالا ہے وہ خالصتاً تحریف ہے۔

حضرت مولانا مرحوم نے اپنے اس فیصلہ کو نہ صرف اپنی حد تک رکھا بلکہ دوسرے مکتبہ فکر کے اہل علم اور منصف علماء کرام کی خدمت میں بھی پیش کیا، خدا کا شکر ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا مرحوم کے نتائج سے نہ صرف زبانی طور پر اتفاق فرمایا بلکہ انہیں اپنے قلم حقیقت رقم سے اپنی تحریر لکھ کر بھی عنایت فرمائی جو اس کتاب میں قارئین کرام کے ملاحظہ سے گزرے گی، اس لحاظ سے یہ ایک متفقہ دستاویز ہے جو اس بات کی شہادت ہے کہ حضرت اقدس نانوتوی کا عقیدہ ختم نبوت کے متعلق وہی ہے، جو پوری امت مسلمہ کا ہے۔ اس بارے میں قادیانیوں کا پروپیگنڈہ اور اعلیٰ حضرت کا فتویٰ بالکل غلط ہے۔

آج سے تقریباً پچاس سال قبل یہ عظیم کارنامہ حضرت رتو کالوی مرحوم نے سرانجام دیا جس پر وہ پوری جماعت اہل السنۃ والجماعت کی طرف سے شکریہ اور مبارک باد کے مستحق ہیں، یہ کتاب کافی عرصہ سے نایاب تھی اب سخت ضرورت تھی کہ اسے اعلیٰ معیار کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جائے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا مرحوم کے حفید حضرت مولانا ظہور احمد صاحب مدظلہم فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول ضلع سرگودھا کو انہوں نے بڑی محنت سے کتاب کی کمپوزنگ اور تصحیح کا اہتمام کیا اور اب وہ اسے شاندار انداز میں شائع کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرماوے اور حضرت مولانا مرحوم کے لیے اس کو صدقہ جاریہ بنائے، آمین۔

اہل انصاف اگر اس کتاب کو غور و خوض اور انصاف کی نظر سے دیکھیں گے تو امید

ہے اس سے اتفاق فرمائیں گے۔ اب آخر میں ”تحذیر الناس“ کی عبارت کے متعلق ایک واقعہ لکھ کر اپنی معروضات کو ختم کرتا ہوں، قارئین اس واقعہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔

یہ غالباً ۱۹۵۱ء کا واقعہ ہے کہ حضرت والد ماجد فقیہ وقت حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ چند رفقاء کے ساتھ تانگہ پر سوار ہو کر سیال شریف تشریف لے گئے، حضرت خواجہ صاحب سیالوی مرحوم نے آپ سے فرمایا: چک منگلہ کے مولوی منور دین صاحب کا خط آیا ہے، میں نے اس کا جواب لکھا ہے آپ بھی سن لیں، اس وقت وہاں کافی حضرات موجود تھے، حضرت خواجہ صاحب نے خط سنانا شروع فرمایا کافی دیر تک سناتے رہے، ایک جگہ یہ جملہ آگیا کہ ”دیوبندی ختم نبوت کے منکر ہیں“۔ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا ”آپ نے یہ کیا لکھ دیا، دیوبندیوں میں تو کوئی شخص بھی ختم نبوت کا منکر نہیں، پھر آپ نے یہ کیسے فرمادیا؟“۔

کہنے لگے کہ میں نے جو لکھا ہے وہ قضیہ مہملہ ہے، جو قوت میں جزئیہ کے ہوتا ہے۔ میری مراد کل دیوبندی نہیں بلکہ مولانا قاسم نانوتوی ہیں، انہوں نے ”تحذیر الناس“ میں ختم نبوت کا انکار کیا ہے، اس پر میں نے کہا کہ آپ کے پاس ”تحذیر الناس“ ہے فرمانے لگے ہے، میں نے کہا آپ وہ منگولیں تاکہ میں بھی دیکھ لوں، انہوں نے خادم کو حکم دیا وہ کتب خانہ سے ”تحذیر الناس“ لے آئے، میں نے حضرت خواجہ صاحب سے کہا کہ اس میں جہاں ختم نبوت کا انکار ہے وہ جگہ آپ پڑھ کر سنائیں۔

انہوں نے کتاب کھول کر ابتداء سے پڑھی، مجھے پہلے ہی علم تھا کہ یہ یہیں سے پڑھیں گے وہ تھوڑا سا حصہ پڑھ کر خاموش ہو گئے، میں نے کہا ہم اور بھی سننا چاہتے ہیں آپ مزید پڑھیں تاکہ مصنف کا مدعا تو معلوم ہو سکے۔ میرا مطلب تھا کہ جو حضرات یہاں موجود ہیں وہ پوری عبارت اور مصنف کا مدعا معلوم کر لیں، جب انہوں نے پوری بحث

پڑھ لی اور حضرت نانوتوی کا پورا مدعا واضح ہو گیا تو میں نے کتاب ان سے لے کر متعلقہ عبارت پر ہاتھ رکھ کر ان سے دریافت کیا کہ حضرت اب آپ بتلائیے کہ مصنف ختم نبوت کو ثابت کر رہے ہیں یا اس کا انکار کر رہے ہیں؟ خواجہ صاحب کے بھائی جناب خواجہ فخر الدین سیالوی بھی اس محفل میں موجود تھے وہ فوراً بول پڑے کہ مصنف ختم نبوت کو ثابت فرما رہے ہیں، اس پر میں نے کہا پھر آپ کا دعویٰ کہ دیوبندی ختم نبوت کے منکر ہیں خود بخود غلط ہو گیا، اس پر خواجہ صاحب ہنس پڑے اور پھر مولوی منور دین صاحب کو جو خط لکھ رہے تھے اسے وہیں ختم کر دیا اور بعد میں ”تحذیر الناس“ کی عبارت کے متعلق درج ذیل تحریر لکھ کر دی:

”میں نے ”تحذیر الناس“ کو دیکھا، میں مولانا قاسم صاحب کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں، مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے، خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہوئے جہاں تک مولانا کا دماغ پہنچا ہے وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی، قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعیہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا۔“

فقیر قمر الدین سیالوی سیال شریف

یہ تحریر بھی حضرت مولانا مرحوم نے حاصل فرمائی اور اب ان کی پیش نظر کتاب ”ڈھول کی آواز“ میں آپ کی نظر سے گزرے گی، حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی اس تحریر دلپذیر کو دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے۔

حماک الله عن شر النوائب جزاک الله فی الدارین خیرا

حق تعالیٰ دیگر حضرات کو بھی اس تحریر کی تائید کی ہمت عطا فرمائے، آمین۔

حضرت خواجہ صاحب سیالوی نے ”تحذیر الناس“ کی عبارت کا صحیح مطلب واضح کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت نانوتوی کی تعریف بھی فرمائی اور ساتھ ہی اپنی سند حدیث میں ان کے اسم گرامی کے آنے پر فخر کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے

کہ سیال شریف میں کوئی ایسی سند موجود نہیں ہے جس میں حضرت نانوتوی کا نام ہو اس لیے یہ سراسر غلط ہے، ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ حضرت خواجہ صاحب مرحوم غالباً ۱۳۵۷ھ بمطابق ۱۹۳۸ء میں جب سفر حج کی غرض سے مکہ معظمہ میں تھے اس وقت انہوں نے حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اجازت حدیث لی تھی اور یہ سند آپ کے پاس سیال شریف میں موجود تھی۔ احقر کے والد ماجد حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی انہوں نے یہ سند خود دکھائی تھی اور اسی بنا پر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع مسجد حقانیہ ساہیوال سرگودھا کے ایک بڑے اجتماع میں حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی موجودگی میں فرمایا تھا کہ میرے اور حضرت خواجہ صاحب کے دادا استاذ ایک ہیں، یعنی قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ حضرت خواجہ صاحب نے اس کی تائید فرمائی تھی۔

پھر جب ۱۹۸۱ء میں ان کی وفات کے بعد حضرت والد صاحب سیال شریف تشریف لے گئے یہ احقر بھی ساتھ تھا، وہاں جب خواجہ فخر الدین صاحب سیالوی مرحوم کے ساتھ اس سند کا ذکر آیا تو انہوں نے فرمایا ”بھائی جان کو حضرت سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو سندیں دی تھیں، ایک حدیث پاک کی اور ایک تفسیر کی، وہ دونوں سندیں موجود اور محفوظ ہیں۔“ بعض حضرات تو ایک سند کا انکار فرما رہے ہیں، اب اس بیان سے دو سندیں ثابت ہو گئیں اور ”یک نہ شد و شد“ والا معاملہ ہو گیا، صحیح بات وہی ہے جو حضرت خواجہ صاحب مرحوم نے فرمائی ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو حق کے سمجھنے اور اس کی پیروی کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ فقط واللہ ولی الهدایۃ والتوفیق وهو خیر رفیق۔

۱۱/ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

تقدیر کا ماننا بھی شرط ایمان ہے

حدیث جبریل کے ضمن میں اور بعض اور حدیثوں میں بھی تقدیر کا ذکر پہلے آچکا ہے اور اجمالاً معلوم ہو چکا ہے کہ تقدیر پر ایمان لانا بھی ضروریات میں سے ہے لیکن یہاں تقدیر کے متعلق چند حدیثیں مستقل طور سے ذکر کی جائیں گی، جن سے اس اہم مسئلہ کی اہمیت اور کچھ تفصیلات بھی معلوم ہوں گی۔

عن ابن الدیلمی قال اتیت ابی بن کعب فقلت له قد وقع فی نفسی شیء من القدر فحدثنی لعل الله ان یذهبہ من قلبی، فقال لوان الله عذب اهل سمواته واهل ارضه عذبهم وهو غیر ظالم لهم ولورحمهم کانت رحمته خیراً لهم من اعمالهم ولوانفقت مثل احد ذهاباً فی سبیل الله ما قبله الله منك حتی تؤمن بالقدر وتعلم ان ما اصابک لم یکن لیخطئک وان ما اخطأك لم یکن لیصیبک ولومت علی غیر هذا الدخلت النار قال ثم اتیت عبدالله بن مسعود فقال مثل ذلك ثم اتیت حذیفه بن الیمان فقال مثل ذلك، ثم اتیت زید بن ثابت فحدثنی عن النبی صلی الله علیه وسلم مثل ذلك۔ (رواه احمد وابوداود وابن ماجه)

ابن الدیلمی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں (مشہور صحابی رسول) ابی بن کعب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: تقدیر کے متعلق میرے دل میں کچھ خلجان سا پیدا ہو گیا ہے، لہذا آپ اس کے متعلق کچھ بیان فرمائیں، شاید اللہ تعالیٰ اس خلجان کو میرے دل سے دور کر دے (اور مجھے اس مسئلہ میں اطمینان نصیب ہو جائے) انہوں نے

فرمایا سنو! اگر اللہ تعالیٰ اپنے زمین و آسمان کی ساری مخلوق کو عذاب میں ڈال دے، تو وہ اپنے اس فعل میں ظالم نہ ہوگا، اور اگر وہ ان سب کو اپنی رحمت سے نوازے تو اس کی یہ رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہوگی (یعنی ان پر یہ اس کا محض فضل و احسان ہوگا، ان کے اعمال کا واجب حق نہ ہوگا اور سنو تقدیر پر ایمان لانا اس قدر ضروری ہے کہ) اگر تم احد پہاڑ کی برابر سونا راہ خدا میں خرچ کر دو، تو اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ قبول نہ ہوگا جب تک کہ تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ اور تمہارا پختہ اعتقاد یہ نہ ہو کہ جو کچھ تمہیں پیش آتا ہے، تم کسی طرح اس سے چھوٹ نہیں سکتے تھے، اور جو حالات تم پر پیش نہیں آتے وہ تم پر آ ہی نہیں سکتے تھے (یعنی جو کچھ ہوتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر اور مقرر ہو چکا ہے اور اس مقررہ پروگرام میں ذرہ برابر تبدیلی بھی ممکن نہیں ہے) اور اگر تم اس کے خلاف اعتقاد رکھتے ہوئے مر گئے تو یقیناً تم دوزخ میں جاؤ گے۔ ابن الدلیمی کہتے ہیں کہ ابی بن کعب سے یہ سننے کے بعد میں عبد اللہ بن مسعود کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے بھی مجھ سے یہی فرمایا، اس کے بعد میں حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے بھی مجھ سے یہی فرمایا، پھر میں زید بن ثابت کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے یہی بات رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے طور پر مجھ سے بیان فرمائی۔

تشریح

تقدیر کے متعلق ایک عام وسوسہ جس کو شیطان کبھی کبھی بعض ایمان والوں کے قلوب میں بھی ڈالتا ہے، یہی ہے کہ جب سب کچھ اللہ ہی کی تقدیر سے ہو رہا ہے تو پھر دنیا میں کوئی اچھے حال میں اور کوئی برے حال میں کیوں ہے، اور آخرت میں کیوں کسی کو جنت میں اور کسی کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اگر کسی صاحب ایمان کے دل میں کبھی یہ وسوسہ آئے، تو اس کے دفعہ کرنے کی آسان اور مختصر تدبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سارے عالم کا خالق

و مالک ہونے کی حیثیت سے تمام بندوں اور ساری مخلوقات پر جو کامل اختیار حاصل ہے، اس کی یاد تازہ کر لی جائے اور سوچا جائے کہ ایسا لاشریک مالک الملک اور عدم محض سے وجود میں لانے والا خالق و صانع اپنی جس مخلوق کے ساتھ جو معاملہ بھی کرے، بلاشبہ وہ اس کا حق دار ہے وہ سب کو عذاب میں مبتلا کرے، تو کسی قانون سے اس کو ظالم نہیں کہا جاسکتا، اور اگر سب کو رحمت سے نوازے، تو یہ رحمت اس کی محض بخشش ہی ہوگی، کیونکہ جو نیکو کار لوگ نیک اعمال کرتے ہیں، ان کی توفیق دینے والا، اور اعمال کرانے والا بھی تو وہی ہے۔ بہر حال مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اس خاص حیثیت کو اگر اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے تو مومن کے دل سے تو یہ شبہ بالکل جاتا رہے گا اور اس کو اطمینان ہو جائے گا۔

ابن الدیلمی بحمد اللہ چونکہ سچے مومن تھے اور اللہ تعالیٰ کی اس شان پر ایمان و اعتقاد رکھتے تھے، اس لیے ان صحابہ کرام نے اسی کی یاد دہانی کے ذریعہ ان کے وسوسہ کا علاج کیا اور انہیں یہ بھی بتلادیا کہ تقدیر پر ایمان و اعتقاد اتنا ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص اس عقیدے کے بغیر پہاڑ کے برابر سونا بھی راہ خدا میں خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوگا۔

بہر حال یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ اس طریقہ سے صرف اہل ایمان ہی کے اس قسم کے وسوسوں کا علاج کیا جاسکتا ہے، دوسرے لوگوں کی طرف سے تقدیر کے متعلق جوشبہات کیے جاتے ہیں، ان کے جواب کا طریقہ دوسرا ہے۔ اس کے معلوم کرنے کے لیے علم کلام کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اور کچھ مختصر اشارات ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں کئے جائیں گے۔

(معارف الحدیث ص ۱۷۰)

مرسلہ: بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

از جمیل الکلام: بقلم فقیہ الامۃ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

فرمایا ایک صاحب بے تکلفی سے کہتے تھے کہ تم نفس پروری بہت کرتے ہو، میں نے کہا کہ یہ تو صغریٰ ہوا اب اس کے ساتھ کبریٰ ملاؤ کہ جو نفس پروری کرے وہ مجرم اور گنہگار ہے، بدوں اس کبریٰ کے مطلوب تو حاصل نہیں ہوتا، کیا اپنے نفس کو بقدر ضرورت راحت پہنچانا کوئی معصیت ہے؟ وصل صاحب نے عرض کیا کہ اس سے تو اوروں کی بھی راحت ہے، فرمایا خیر جی اسے تو کون دیکھتا ہے مگر واقعہ یہی ہے کہ راحت کی رعایت مسنون ہے، اپنی راحت کیلئے حدیث ان لنفسك عليك حقاً اور من شاق شاق الله عليه وغیرہا کافی ہے اور دوسروں کی راحت اس حدیث میں مصرح ہے، وہ حدیث مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ کے یہاں چند مہمان تھے، کچھ تو آپ نے اپنے پاس رکھ لئے کچھ دوسروں کے یہاں ان کی رغبت سے بھیج دیے اور اپنے یہاں کے مہمانوں سے فرمایا کہ یہ بکریاں ہیں ان کا دودھ نکال کر پی لیا کرو، اور جب آپ بعد عشاء تشریف لاتے تو یہ لوگ لیٹے ہوتے تھے تو حضور ﷺ اس قدر آہستہ سلام فرماتے کہ اگر جاگتے ہوں تو سن لیں ورنہ آنکھ نہ کھلے، حدیث شریف میں تصریح ہے ان قیود کی، تو جو حضرت ہماری جان و مال کے مالک ہیں وہ تو اس قدر رعایت فرمائیں، یہاں خود مخدوم کی بھی اتنی رعایت نہیں کی جاتی، بالکل مذاق بگڑ گیا ہے۔

فرمایا ہمارے بزرگوں میں حضرت گنگوہی بہت منتظم تھے، مگر لوگ سمجھتے تھے کہ خشک ہیں، انتظام یہ تھا مثلاً عشاء کے بعد خدام نے گھیر لیا تو بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ بس جاؤ ہم بھی آرام کریں اور تم بھی، مولانا محمد قاسم صاحب بہت نرم تھے جن کا نمونہ

حضرت مولانا محمود حسن صاحب تھے، جب مالٹا سے تشریف لائے تمام تمام دن اور رات کو بھی لوگ گھیرے رہتے تھے، چار پائی پر پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں نیند کے جھونکے آرہے ہیں تب بھی لوگ نہیں اٹھتے تھے۔ لوگوں نے ایسے بزرگوں کے قصے یاد کر رکھے ہیں مگر دوسروں کے بھی تو یاد کرنے چاہئیں، وہ بھی تو بزرگ تھے، باغ میں ہر طرح کے پودے ہوتے ہیں، بیلہ بھی، چنبیلی بھی اور گلاب بھی ہوتا ہے، اور گلاب بھی وہ جو کبھی کبھی کاٹا بھی چھو دیتا ہے اور ایک چھوٹی موٹی بھی ہوتی ہے کہ ہاتھ لگایا اور مرجھا گئی، شرمائی، تو بعض ایسے بھی ہیں کہ کسی کو کچھ نہیں کہتے چاہے کچھ کئے جاؤ۔

فرمایا حضرت مولانا رحمہ اللہ ایک مرتبہ دہلی میں تشریف رکھتے تھے اور مولانا احمد حسن امروہی اور امیر شاہ خان صاحب بھی ساتھ تھے مگر ان دونوں نے اپنی چار پائیاں مولانا سے ذرا فاصلہ سے کر لیں کہ علیحدہ باتیں کرتے رہیں، باتیں کرتے ہوئے امیر شاہ خان صاحب نے کہا کہ فلاں مسجد میں امام رہتا ہے کہ بہت خوش الحان ہے فجر کی نماز وہاں چل کر پڑھیں گے، مولانا احمد حسن صاحب نے کہا جاہل پٹھان! وہ تو ہمارے مولانا کی تکفیر کرتا ہے، ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے؟ مولانا نے سن لیا، فرمایا احمد حسن تم خود تو جاہل ہو اور دوسروں کو جاہل کہتے ہو، میں تو یہ سن کے اس کا معتقد ہو گیا کہ اس نے کوئی بات میرے اندر دین کے خلاف سنی ہوگی تو کافر کہنا ضروری ہے، ہم خود جائیں گے اور فجر وہاں پڑھیں گے، چنانچہ تشریف لے گئے، جب مولانا گئے تو یہ دونوں حضرات بھی گئے۔

غرض یہ قصے مولانا کی بلیغ سیاست پر کس طرح دلالت کر رہے ہیں مگر لوگوں نے رحم و شفقت کے قصے یاد کر رکھے ہیں اور دوسرے قسم کے یاد نہیں، دیکھئے خود حق تعالیٰ جیسے رحیم و رؤف ہیں ایسے ہی قہار و جبار بھی ہیں۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ: مفتی محمد عدیل عبدالباسط زید مجدہ

تحقیق الکلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام

حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ مقالہ ”احکام القرآن للعامۃ التھانوی“ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر سورۃ مائدہ کے آخر میں عربی زبان میں تحریر فرمایا، جو ”احکام القرآن“ جلد ۷ میں شائع ہو چکا ہے۔ افادۂ عوام کے لیے جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا کے استاذ الحدیث مولانا محمد عدیل عبدالباسط نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا ہے، جسے

قارئین ”الحقانیہ“ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام اسلاف کی نظر میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانوں میں زندگی اور قیامت سے پہلے دنیا میں نزول

پر امت مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”التلخیص الحبیر“ میں اس عقیدہ پر اجماع نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: حضرات محدثین اور مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اپنی زندگی میں ہی بمع جسم کے (آسمان پر) اٹھا لئے گئے تھے۔ البتہ اس بات میں ان حضرات کا اختلاف ہے کہ آیا اٹھائے جانے کے وقت ان پر حالت موت طاری ہو گئی تھی یا وہ سو گئے تھے۔

ابن عطیہ رحمہ اللہ تعالیٰ

تفسیر ”البحر المحیط“ میں ہے کہ ابن عطیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حدیث متواتر کے اس مضمون پر امت کا اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں اور آخری زمانے میں نزول فرمائیں گے۔

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ”الإبانة فی أصول الديانة“ میں فرماتے ہیں: اللہ عزوجل نے فرمایا: إِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ سَلِّمْ عَلَيَّ وَسَلِّمْ عَلَيَّ (۱) اور فرمایا: وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا، بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ (۲) لہذا امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا تھا، الخ۔

علامہ سفارینی رحمہ اللہ تعالیٰ

علامہ سفارینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”العقيدة السفارينية“ کی شرح میں فرمایا :
 ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ اہل شریعت محمدیہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والتحیۃ) میں سے کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ اس کا انکار کرنے والے صرف ایسے فلسفی اور ملحد لوگ ہیں جن کے انکار کی کوئی حیثیت نہیں۔ کیونکہ امت کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ آپ علیہ السلام نزول فرمائیں گے اور اسی شریعت محمدیہ کی روشنی میں حکمرانی فرمائیں گے۔ آپ کے نزول کے وقت کوئی مستقل شریعت نازل نہ ہوگی، اگرچہ آپ علیہ السلام کی اپنی نبوت باقی ہوگی اور آپ اس سے متصف ہوں گے۔“

(۱) جب اللہ تعالیٰ نے کہا: اے عیسیٰ! میں تمہیں صحیح سالم واپس لے لوں گا، اور تمہیں اپنی طرف اٹھا لوں گا۔

(۲) اور یہ بالکل یقینی بات ہے کہ وہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل نہیں کر پائے، بلکہ اللہ نے انہیں اپنے پاس اٹھالیا تھا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر میں آیت: **وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ** ^(۱) کے تحت فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے تو اتر کے ساتھ احادیث منقول ہیں کہ آپ نے قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات حیات میں دنیا سے اٹھ لئے جانے، زندہ ہونے اور قیامت کے قریب تشریف لانے کا عقیدہ، قرآنی آیات اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والتحیۃ کے علماء کرام اس عقیدے سے متعلق بہت سی مستقل کتابیں اور رسائل لکھ چکے ہیں جن میں اس عقیدہ کے تفصیلی دلائل موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہمارے شیخ علامہ عثمانی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس موضوع پر علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کئی رسائل میں تفصیلی کلام فرمایا ہے۔ ان کے وہ افادات نہایت عمدہ اور بہترین ہیں۔

حضرت نے آیت: **وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ** ^(۲) کے تحت فرمایا ہے: جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو تمام ادیان کے لوگ ان پر ایمان لے آئیں گے، کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ ان پر ایمان لائے بغیر نہ رہیں گے۔ یہاں تک کہ صرف ایک ہی دین، دین اسلام باقی رہ جائے گا۔ یہ حضرت

(۱) اور یقین رکھو کہ وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کی ایک نشانی ہیں، اس لئے تم اس میں شک نہ کرو، اور میری بات مانو۔

(۲) اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ضرور بالضرور ان پر ایمان نہ لائے۔

ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ

اس موضوع پر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ کے رسائل میں ایک عربی رسالہ موسوم بہ ”عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام“ ہے اور ایک کتاب ”التصریح بما تواتر فی نزول المسیح“ ہے۔ اس میں ہمارے شیخ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر سو سے زائد احادیث مبارکہ جمع فرمائی ہیں۔ ان احادیث مبارکہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی، آپ کا اسمان پر اٹھالے جانا اور نزول فرمانا تواتر کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ

ہمارے شیخ المشائخ علامہ انور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک رسالہ میں فرمایا: میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے متعلق امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے تواتر احادیث کا دعویٰ سنا ہے۔ سورۃ نساء کی تفسیر میں انہوں نے اس کی صراحت بھی فرمائی ہے اور بہت سی احادیث مبارکہ بھی پیش فرمائی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی جامع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دجال کو قتل کرنے سے متعلق پندرہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی احادیث مبارکہ کا حوالہ دیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ”فتح الباری“ میں ابوالحسین آبری (آبر بختان کی بستیوں میں سے ہے) سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا تواتر سے ثابت ہونا نقل فرمایا ہے۔ علامہ نے حافظ ابن حجر کا مذکورہ قول (جو اس باب کے شروع میں ”التلخیص الحبیر“ کی کتاب الطلاق کے حوالے سے گزرا ہے) نقل فرمانے کے

بعد ان کا ایک اور قول ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”فتح الباری“ کے باب ذکر ادریس علیہ السلام میں حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے: صحیح قول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام حالت حیات ہی میں دنیا سے اٹھائے گئے تھے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ

محدث علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی ایک رسالہ ہے جس کا نام ”التوضیح فی تواتر ماجاء فی المنتظر والدجال المسیح“ ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے متعلق انتیس صحیح، حسن اور صالح روایات ذکر فرمائی ہیں جن میں سے اکثر مرفوع ہیں۔ اس موضوع پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بے شمار آثار بھی مروی ہیں۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ”الإعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام“ میں یہ بات لکھنے کے بعد کہ قرب قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو ہمارے نبی علیہ السلام کی شریعت کے مطابق حکمرانی فرمائیں گے، قوی روایات میں سے ایک روایت ذکر کی ہے۔ (وہ روایت یہ ہے کہ) ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (ینزل عیسیٰ بن مریم فیؤمہم، فإذا رفع رأسہ من الركوع قال: سمع اللہ لمن حمدہ، قتل اللہ الدجال وأظهر المؤمنین) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور لوگوں کی امامت فرمائیں گے۔ جب وہ رکوع سے اٹھیں گے تو کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی پکار سن لی جس نے ان کی حمد بیان کی، اللہ تعالیٰ دجال کو ہلاک فرمائیں اور اہل ایمان کو غلبہ عطا فرمائیں۔) کتاب ”السيف“ میں بھی

”الإسلام“ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی ﷺ کی شریعت کے مطابق حکمرانی فرمائیں گے۔ اس موضوع پر احادیث مبارکہ بھی موجود ہیں اور اس پر اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے۔

اس کے بعد علامہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جان لیجئے کہ جس طرح آپ علیہ السلام کے نزول سے متعلق نقلی دلائل حد تو اتر کو پہنچے ہوئے ہیں اسی طرح اس پر امت مسلمہ کا اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے۔ اور معتزلہ کی طرف جو اختلاف کی نسبت کی جاتی ہے، خود معتزلہ کے نزدیک بھی اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کی مخالفت صرف ملحد اور محض فلسفی لوگوں نے کی ہے۔ جیسا کہ ”العقيدة السفارينية“ میں مذکور ہے (جس کی عبارت ”شرح العقيدة السفارينية“ کے حوالے سے پیچھے گزر چکی ہے)۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ

”مجمع البحار“ میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے جو اختلاف نقل کر کے اس میں تاویل کی گئی ہے، اس کی نقل میں کوتاہی واقع ہوئی ہے۔ کیونکہ آلابی وغیرہ نے شرح مسلم میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بحوالہ ”عتبہ“ جو عبارت نقل کی ہے وہ تو اتر اور اجماع کے موافق ہے۔

ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ

اسی طرح ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اختلاف کی نسبت کرنے والوں سے بھی کوتاہی ہوئی ہے۔ کیونکہ ابن حزم اپنی کتاب ”الملل“ میں خود نزول عیسیٰ علیہ السلام کے تواتر سے ثابت ہونے کی تصریح فرماتے ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کا آیات سے استدلال

علامہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر ان دو آیات

وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ^(۱) اوروَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلْسَاعَةِ فَلَا تَمُتُّنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ^(۲) سے استدلال کیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے قول: وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلْسَاعَةِ کے بارے میں ابن اسحاق کی تفسیر گزر چکی ہے کہ اس سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے جائیں گے، یعنی مردوں کو زندہ کرنا، مادرزاد اندھے اور کوڑی کو صحت یاب کرنا اور دیگر امراض سے شفاء دینا۔ اس تفسیر میں کچھ کلام ہے، اور اس سے بھی زیادہ بعید اس آیت کی وہ تفسیر ہیں جسے قتادہ نے حسن بصری اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ وَإِنَّكَ لَمِّنْ تَرَىٰ الْقُرْآنَ كَرِيمٍ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ اس کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، کیونکہ گزشتہ کلام میں اُن ہی کا ذکر ہے اور اس سے مراد آپ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے نزول ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ^(۳) ایک دوسری قراءت: وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلْسَاعَةِ اس بات کو مزید تقویت پہنچاتی ہے۔ اس کا معنی ہے یہ قرب قیامت کی نشانی اور دلیل ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلْسَاعَةِ یعنی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا قیامت سے قبل خروج، قیامت کی ایک نشانی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ، ابن عباس، ابو العالیہ، ابو مالک، عکرمہ، حسن، قتادہ اور ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اسی طرح

(۱) اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ضرور بالضرور اُن پر ایمان نہ لائے۔

(۲) اور یقین رکھو کہ وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کی ایک نشانی ہیں، اس لئے تم اس میں شک نہ کرو، اور میری بات مانو۔

(۳) اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ضرور بالضرور اُن پر ایمان نہ لائے۔

مروی ہے۔ آپ ﷺ سے احادیث مبارکہ بھی تو اتر کے ساتھ مروی ہیں کہ آپ نے قیامت سے پہلے ایک عادل امام اور منصف حکمران کی حیثیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی۔

کتاب ”عقیدۃ الاسلام“ شیخ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں حضرت شیخ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے (علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی) مذکورہ کتاب کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی: اور یہ کتاب ”عقیدۃ الاسلام فی حیاة عیسیٰ علیہ السلام“ ہے، جس کا ایک نام شیخ نے ”حیاة المسیح بمتن القرآن والحديث الصحيح“ بھی رکھا ہے۔

اس کا مقصد دلائل قرآنیہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو ثابت کرنا ہے۔ اس میں احادیث اور آثار، آیات کی وضاحت کے لئے محض تبعی طور پر آگئے ہیں، تمام احادیث اور روایات کو اکٹھا کرنا اس کتاب کی غرض نہیں ہے۔ تمام روایات کو شیخ نے اپنے رسالہ ”التصریح“ میں جمع فرمایا ہے جس کی تعریف علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر ”التنزیل العزیز“ پر اردو زبان میں اپنے تفسیری افادات میں یوں فرمائی ہے: امام العصر شیخ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”عقیدۃ الاسلام“ اپنے موضوع پر ایک بے مثال کتاب ہے۔ مجھے اس موضوع پر ایسی کسی کتاب کا علم نہیں ہے جو اس کی ہم پایہ ہو۔

علامہ عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”فتح الملہم“ کی پہلی جلد کے صفحہ ۳۰۲ پر تحریر فرمایا: علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ”عقیدۃ الاسلام“ میں ایسے طریقے سے ”توفی“ کے معنی کی تحقیق اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے متعلقہ مباحث کی تفصیل ذکر فرمائی ہے، جس سے بڑھ کر کوئی تحقیق و تفصیل نہیں ہے، لہذا اسے

ضرور دیکھنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! اس موضوع پر یہ بے مثال کتاب ہے۔ اس میں محقق علامہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے بارے میں اسلامی عقیدہ کی تحقیق فرمائی ہے۔ اس عقیدہ کی صراحت قرآن کریم میں بھی آئی ہے، احادیث مبارکہ بھی اس کے متعلق متواتر ہیں۔ دور نبوت اور دو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آج تک اس عقیدہ کو صحیح ماننے کا تسلسل بھی چلا آ رہا ہے۔ اگرچہ اس عالم کے واقعات میں یہ ایک انوکھا واقعہ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی ازلی اور غالب قدرت میں انوکھا نہیں ہے۔ عقل سلیم اس کو محال سمجھتی ہے، نہ ہی اس مادی کائنات کے عجیب و غریب تکوینی امور اور بے مثال طبعی عوامل کے سامنے کوئی اس واقعہ کو بعید سمجھ سکتا ہے۔ لہذا اس پر ایمان لانا واجب، اس کا انکار کرنا کفر اور اس میں تاویل کرنا بے راہ روی، گمراہی اور الحاد ہے۔ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو سیدھی راہ چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور شر، فساد، گمراہی، الحاد اور کفر و عناد سے اس کی حفاظت فرمائیں۔

بہر حال علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آپ کے نزول کے عقیدہ کو قرآن حکیم کے کافی شافی دلائل اور کثیر احادیث متواترہ سے ثابت فرمایا ہے۔ عہد صحابہ کرام و تابعین، عہد مفسرین و محدثین اور عہد فقہاء و متکلمین، ان تمام ادوار میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے (تسلسل کے ساتھ باقی رہنے والے) اجماع کو بھی بطور دلیل پیش کیا ہے۔ یہ ایک ایسا قطعی اور موروثی عقیدہ ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے اور یہ ضروریات دین میں سے ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت خلافِ عادت امور سرانجام دینے کی وسعت رکھتی ہے۔ اور یہ فوق العادہ معجزہ قیامت کے قریب ایسے دور میں پیش آئے گا جو عجائباتِ الہیہ کے

ظہور کا وقت ہے۔

حضرت ابو جعفر، ابن جریر طبری، ابوالحسن آبری، ابن عطیہ مغربی، ابن رشد کبیر، قرطبی، ابو حیان، ابن کثیر، ابن حجر وغیرہ حفاظ حدیث رحمہم اللہ تعالیٰ نے حیات عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق اسلامی عقیدہ کے متواتر ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ جیسا کہ محقق سید محمد زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ ”نظرة عابرة فی مزاعم من ینکر نزول عیسیٰ علیہ السلام قبل الآخرة“ میں ذکر فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

”صحابہ کرام، تابعین، فقہاء، محدثین، مفسرین اور متکلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سب حضرات اس موقف پر قائم ہیں جس کی تائید کتاب و سنت اور اجماع سے ہوتی ہے۔ اور وہ (انکارِ نزول کا) مدعی اس رائے پر قائم ہے جس کا طرف دار نبوت کا مدعی قادیانی فتنہ اور طرہ شہر کا قدیم فلسفی ہے۔“

جسم کا آسمان پر چلے جانا ممکن ہے

وہ بد بخت نبوت کا دعویدار کہتا ہے کہ جدید اور قدیم فلسفہ کسی جسم کے آسمان پر جانے کو محال قرار دیتا ہے۔ حالانکہ یہ بد بخت نبوت کا دعویدار ہے، پھر بھی فلسفی بننے کی کوشش کرتا ہے۔ طرّایہ ہے کہ وہ فلسفہ کی الف ب سے واقف ہے، نہ کسی اور شے سے، بلکہ اپنے فرنگی صفت پیروکاروں سے جو کچھ سنتا ہے اُسے دین بنا لیتا ہے۔ پھر ان باتوں کو لے کر یوں تقریریں کرنے لگتا ہے جیسے بہت ماہر فلسفی ہو۔ مگر جب معاملہ قابو سے باہر ہو جائے اور کسی حال میں بات نہ بنے تو اپنے الہام کے دعوے میں جا گھستا ہے۔ اس کی مثال شتر مرغ جیسی ہے کہ جب اسے اڑنے کا کہا جائے تو خود کو اونٹ یا گدھا ظاہر کرتا ہے، اور جب بوجھ اٹھانے کے لئے کہا جائے تو خود کو گدھا ظاہر کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر ہم چاہیں تو فرشتوں کو تمہاری زمیں پر سکونت پذیر کر

دیں اور یہ بات ثابت ہے کہ کسی فرشتے کا اپنے متعین مقام کو چھوڑ کر دنیا میں آ جانا اور کسی انسان کا آسمان پر چلے جانا، ایسے امر ہیں جن میں کوئی فرق نہیں۔

اس بد بخت نے اپنے ایک مکتوب ”العربی و سر الخلافة“ (صفحہ ۱۲۲) میں یہ دعویٰ بھی کر رکھا ہے کہ امام مالک اور ابن حزم رحمہما اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ یہ اس کی انتہائی جہالت اور نا فہمی کی وجہ سے ہے، کہ اسے کوئی ایسی بات مل جاتی ہے جس کی نقل میں غلطی ہوتی ہے، تو وہ اسی کو صحیح سمجھ کر بیان کرنے لگتا ہے۔ بعد میں جب پول کھلتا ہے اور اس کی رسوائی ہوتی ہے، تو جس بات کی یہ جاہل پہلے تشہیر کر رہا ہوتا ہے اسے چھپانے لگتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول

اس مکتوب میں اس نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے متعلق حدیث میں السماء (آسمان) کا لفظ بالکل نہیں آیا۔ حالانکہ کہ یہ لفظ علامہ بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”الاسماء والصفات“ کے صفحہ ۳۰۱ پر، ”کنز العمال“ کے صفحہ ۲۶۸ جلد ۷ پر، صفحہ ۲۵۹ جلد ۷ پر اور ”عبارة الآبی“ کے صفحہ ۲۶۱ جلد ۱ پر موجود ہے۔

کتاب ”عصبتیہ“ میں ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس وقت لوگ کھڑے ہوئے نماز کی اقامت سن رہے ہوں گے ایک بادل انہیں ڈھانپ لے گا، تب اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ اور جو مشہور آیت ہے: وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ^(۱) عنقریب اس کا بیان بھی آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تمام کاموں کے نگہبان ہیں۔

(۱) اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ضرور بالضرور اُن پر ایمان نہ لائے۔

قادیانی کے تحریفانہ دلائل

(۱) لفظ ”خلت“ کے معنی میں تحریف

قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر اللہ تعالیٰ کے قول: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ^(۱) سے استدلال کیا ہے۔ صورتِ استدلال یہ ہے کہ کلمہ خَلَتْ بمعنی مرچکے ہے اور کلمہ الرُّسُلُ (جمع ہے جسے لامِ استغراق کے ذریعے معرفہ بنایا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس پر) أَفْئَانُ مَاتَ^(۲) الخ کو متفرع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر خلُو بمعنی موت نہ ہوتا، یا الرُّسُلُ جمع استغراقی نہ ہوتی تو آگے (آپ ﷺ کے انتقال کی) تصریح کرنا درست نہ ہوتا۔ کیونکہ اس کا درست ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ آپ ﷺ بھی لفظ الرُّسُلُ میں یقینی طور پر شامل ہوں اور یہ بات استغراق کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کی صحت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ لفظ ”خلُو“ بمعنی موت ہو۔ کیونکہ اگر ”خلُو“ (یعنی گذرنا) موت (اور غیر موت) سے عام ہو، تو خاص کو عام پر متفرع کرنا لازم آئے گا، حالانکہ تفریع اسی وقت بٹھائی جاسکتی ہے جب اصل کے لئے فرع لازمی ہو، اور ظاہر ہے کہ عام کے لئے خاص لازمی نہیں ہوتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے قول میں جو تفریع واقع ہو رہی ہے وہ ان دونوں باتوں کا تقاضہ کرتی ہے کہ ”خلُو“ بمعنی موت ہو اور جمع استغراقی ہو۔ ان دونوں مقدموں کے بعد کہا جاتا ہے کہ: مسیح رسول ہیں اور تمام رسول مرچکے ہیں، ان دونوں قطعی مقدموں کے ملنے سے یہ عقلی نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح مرچکے ہیں اور یہی ثابت کرنا ہمارا مقصد ہے۔ صغریٰ (یعنی پہلے مقدمے) کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول: وَرَسُولًا

(۱) اور محمد (ﷺ) ایک رسول ہی تو ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے۔

(۲) بھلا اگر ان کا انتقال ہو جائے۔

إِلَىٰ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ^(۱) اور اللہ تعالیٰ کا قول: مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُوْلٌ^(۲) اسی طرح کی دوسری آیات اور تمام اسلامی فرقوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو تسلیم کرنا ہے۔ کبریا (یعنی دوسرے مقدس) کی دلیل وہ دو مقدس ہیں جو (اوپر) بطور تمہید ذکر کئے گئے۔ کیونکہ جب ”خلو“ بمعنی موت ہوا، اور اس کی نسبت الرسل کی طرف کی گئی، جس سے تمام رسول مراد ہونا ثابت ہو چکا، تو اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شامل ہونا یقینی ہے۔ لہذا کبریا کے ضمن میں ان کی موت ثابت ہو گئی تو ہماری غرض بھی حاصل ہو گئی۔

جواب: ”خلو“ (یعنی گزر جانا) ان سب کو شامل ہے جو دنیا سے چلے گئے، خواہ موت کے ذریعے گئے یا بغیر موت کے۔ لہذا، اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت طاری نہ ہوئی ہو، تب بھی یہ بعد والی تفریع درست ہے، اور یہ ایک بدیہی بات ہے۔

(۲) آیت کی تفسیر میں تحریف

قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر اللہ تعالیٰ کے قول: وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ^(۳) سے بھی استدلال کیا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ ہوں تو اُن کے لئے خوراک نہ کھانے والا جسم اور دائمی ہونا ضروری ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کی نفی کر رہے ہیں۔ کیونکہ آیت کریمہ سلب کلی کا فائدہ دے رہی ہے، یعنی کسی رسول کا کھانے کی ضرورت سے پاک جسم ہے، نہ کوئی رسول دائمی ہے۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ انفرادی حکم کا ثبوت سلب کلی کی

(۱) اور (وہی اللہ عیسیٰ ابن مریم کو) بنی اسرائیل کے پاس رسول بنا کر (بھیجے گا)۔

(۲) مسیح ابن مریم تو ایک رسول تھے۔

(۳) اور ہم نے ان (رسولوں) کو ایسے جسم بنا کر پیدا نہیں کیا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں، اور نہ وہ ایسے تھے کہ ہمیشہ زندہ رہیں۔

نقیض ہوتا ہے۔ آیت کا مفاد سلب کلی ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمْ الْخَالِدُونَ^(۱) ہے، کیونکہ یہ سلب کلی ہونے میں صریح ہے۔ چنانچہ جب آیت قرآنی کے ذریعے اس امر کا کلی طور پر مرتفع اور سلب ہونا ثابت ہو گیا تو وہ انفرادی حکم بھی مرتفع ہو گیا جو آیت مبارکہ کے مدلول سلب کلی کی نقیض بننے والے ایجاب جزئی کے لزوم کا تقاضا کر رہا تھا۔ کیونکہ جس طرح دو نقیضیں بیک وقت مرتفع نہیں ہوتیں اسی طرح جمع بھی نہیں ہوتیں، اور یہ ایک بدیہی بات ہے۔ الخ

جواب: (خوراک کی حاجت سے پاک جسم اور دوام نہ ہونے کے) یہ دونوں حکم دنیا کی قید سے مقید ہیں، لہذا نہ تو اشکال درست ہے اور نہ ہی استدلال۔

(۳) فرمان الہی میں حصر کا دعویٰ

قادیانی نے آیت مبارکہ: وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا^(۲) کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر دلیل بنایا ہے، بایں طور کہ یہ تقسیم انسان کے تمام افراد کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ کیونکہ جفت اور طاق، اعداد کے تمام افراد کا اس حیثیت سے احاطہ کئے ہوتے ہیں کہ نہ تو کسی عدد میں یہ دونوں جمع ہوتے ہیں اور نہ ہی کوئی عدد ان سے خالی ہوتا ہے۔ لہذا یہ قضیہ منفصلہ حقیقیہ ہے۔ تو اگر مسیح (علیہ السلام) فوت نہیں ہوئے اور نہ ہی عمر کا آخری دور انہیں لاحق ہوا تو قضیہ حقیقیہ کے دونوں اجزاء

(۱) اور (اے پیغمبر!) تم سے پہلے بھی ہمیشہ زندہ رہنا ہم نے کسی فرد بشر کے لئے طے نہیں کیا۔ چنانچہ اگر تمہارا انتقال ہو گیا تو کیا یہ لوگ ایسے ہیں جو ہمیشہ زندہ رہیں؟۔

(۲) اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو (پہلے ہی) دنیا سے اٹھالیے جاتے ہیں، اور تم ہی میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جن کو نکمی عمر (یعنی انتہائی بڑھاپے) تک لوٹا دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی کچھ نہیں جانتے۔

مرتفع ہونا لازم آیا جو کہ ناممکن ہے، اور یہ ناممکن امر ان کی موت واقع نہ ہونے کے مفروضے سے لازم آیا۔ لہذا یہ مفروضہ باطل ہوا، تو اس کی نقیض ثابت ہو گئی، جو کہ مسیح (علیہ السلام) کی موت ہے اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

جواب: اول تو حصر کا یہ دعویٰ کسی دلیل کے بغیر ہے۔ کیونکہ حصر پر دلالت کرنے والا کوئی کلمہ موجود نہیں۔ یہ صرف اکثر واقع ہونے والی ایک عادت کا بیان ہے اور جس چیز کے اس عادت سے خارج ہونے کی دلیل مل جائے گی وہ اس سے خارج ہو جائے گی۔ مزید یہ کہ ”التوفی“ کے بمعنی موت ہونے پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ یہ احتمال بھی ہے کہ یہ مطلقاً اٹھائے جانے کے معنی میں ہو، خواہ موت کے ذریعے یا کسی اور ذریعے سے۔ لہذا جب (استدلال کی) بنیاد ہی منہدم ہو گئی تو استدلال بھی فاسد ہو گیا۔ لفظ ”التوفی“ کی تحقیق

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لفظ ”التوفی“ ہر طرح سے اٹھالینے کے معنی میں آتا ہے، یہاں تک کہ جسم کے ساتھ (اٹھالینے کے معنی میں) بھی۔ پھر واؤ میں ترتیب کی دلیل بھی نہیں ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی) وفات (ان کے) نزول کے بعد واقع ہوگی۔ اسی طرح ”الرفع“ بھی جسم کے ساتھ اٹھالیے جانے کو شامل ہے۔ اور چوتھی نص: وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ^(۱) ہے۔ اس میں جب ”موتہ“ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹنے کا احتمال رکھتی ہے تو آیت اپنے مدعا پر کیسے دلالت کر سکتی ہے؟ بالخصوص جب ”التوفی“ کے معنی میں عموم ہونا بھی بتلادیا گیا ہے۔ لہذا ان میں سے کسی آیت کو دلیل بنانا درست نہیں ہے۔

(۱) اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ضرور بالضرور ان پر ایمان نہ لائے۔

قادیانیوں کی مشہور کردہ ایک حدیث

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قادیانیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر استدلال کرنے کے لیے اپنے مدعا کے مطابق **إِنْ الْفَاظُ** سے ایک حدیث مشہور کر دی: **لَوْ كَانَ مُوسَى وَعِيسَى حَيِّينَ لَمَا وَسَعَهُمَا إِلَّا اتَّبَاعِي** (۱)۔

اس کا جواب ظاہر ہے کہ یہاں حیات سے مراد معروف حیات، یعنی دنیا کی زندگی ہے، کیونکہ دنیا میں ہی ادائیگی اعمال کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس حدیث میں ”اتباعی“ کا لفظ اسی بات پر دلالت کر رہا ہے۔ اس لیے کہ اتباع صرف ذمہ داری کے مقام میں ہی ہوتی ہے، اگرچہ آسمان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اب بھی حیات حاصل ہے۔ قرآن مجید میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول منقول ہے: **وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا** (۲)۔ اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ نماز اور زکوٰۃ کی ذمہ داری دنیا کی زندگی کے ساتھ ہی خاص ہوتی ہے۔

مذکورہ الفاظ حدیث کا عدم ثبوت

مذکورہ بالا جواب اس مفروضہ پر قائم ہے کہ یہ حدیث قادیانیوں کے ذکر کردہ الفاظ کے ساتھ ثابت ہو۔ (درحقیقت) کسی بھی کتاب حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کا وجود نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ محمد انور شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جہاں کہیں (اس حدیث میں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا ہے وہ بلا شک و شبہ لکھنے والوں کی خطا کا نتیجہ ہے، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں اللہ تعالیٰ کے قول: **وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ** (۳)۔

(۱) اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو میری اتباع کے سوا ان کے لیے کوئی گنجائش نہ ہوتی۔

(۲) اور جب تک میں زندہ رہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔

(۳) اور جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا۔

کے تحت آیا ہے۔ کتبِ حدیث میں سے کسی میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ کتبِ حدیث کے علاوہ بعض کتب میں یہ حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ آئی ہے، لیکن وہ بلاشبہ لکھنے اور بتانے والوں کی جانب سے ہے، جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے۔ لہذا صاحبِ ایمان شخص کو مطالعہ میں محتاط رہنا چاہئے۔ ایک معتبر شخصیت نے مجھے بتایا ہے کہ ان کے پاس دہلی شہر میں ”الیواقیت“ کا ایک قلمی نسخہ ہے جس میں لفظ عیسیٰ موجود نہیں ہے۔ اس بات کو یاد رکھیے اور ہمیں (دعاؤں میں) مت بھولئے۔

منکر حیات عیسیٰ علیہ السلام کا کیا حکم ہے؟

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: اگر ایسا شخص قطعی طور پر ثابت شدہ آیت کا انکار کرتا ہے تو دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور اگر اس کی دلالت قطعی نہ ہونے کی بنا پر اس میں تاویل کرتا ہو، تو اس صورت میں بدعتی اور گمراہ ہے۔

علامہ بزدوی نے متواتر کی بحث کے اختتام پر فرمایا ہے کہ خبر متواتر کا انکار اور مخالفت کرنے والا شخص کافر ہو جائے گا۔ متواتر کی مثال دیتے ہوئے علامہ نے فرمایا: جیسا کہ قرآن کریم، پانچوں نمازیں، رکعتوں کی تعداد، زکوٰۃ کی مقدار اور ایسی ہی دیگر منقولی باتیں۔ کتبِ حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر زکوٰۃ کی مقدار کے ذکر سے کم نہیں ہے۔ پھر یہ عقیدہ کسی ایک مسلک کا نہیں ہے، بلکہ اجماعی مسئلہ ہے جس کی کوئی مسلک نفی نہیں کرتا۔ مزید یہ کہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ عقیدہ بیان فرمایا ہے۔ حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”التصریح“ میں جو آثار صحابہ کئے گئے ہیں ان میں کسی ایک صحابی کا قول بھی صحیح سند کے ساتھ اس عقیدہ کے خلاف مروی نہیں ہے۔ ”التلویح“ میں ہے کہ کبھی کسی بات کی نقل ظنی ہوتی ہے مگر اس پر اجماع ہو جانے کی وجہ سے قطعی ہو جاتی ہے۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام خلاف عقل نہیں

اس بات کا ناقابل تردید ثبوت موجود ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ایک ایسی واقعی حقیقت ہے جسے قرآن حکیم بھی بیان کرتا ہے، قطعی اور متواتر احادیث مبارکہ بھی اس کی گواہی دیتی ہیں اور نہ صرف امت محمدیہ کے تمام اہل سنت، بلکہ معتزلہ اور امامیہ فرقوں کا بھی اس عقیدہ پر اتفاق ہے۔ اس لئے اس کا انکار یا تو کھلی جہالت ہے، یا واضح الحاد، یا وہم پر مبنی تعجب، یا ایسا خیال ہے جس کی بنیاد عقل سلیم پر نہیں ہے۔ یہ تعجب اس کون و مکان میں پھیلے خدائے حکیم کی عظیم الشان سلطنت کے عجائبات، واضح نشانیوں اور خلافِ عادت معجزات سے غفلت کی بنا پر ہے۔

بہر حال مردوں کا قبروں سے اٹھنا، انسانی جسموں کی حیاتِ نو، کل عالم کا موت کے بعد زندہ ہو جانا، صفحہ ہستی سے مٹنے اور فنا ہو جانے کے بعد پھر سے جی اٹھنا، یہ عقیدہ سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے اور پھر وہاں سے دنیا میں تشریف لانے سے کہیں زیادہ عجیب و غریب اور عادت سے بعید ہے۔ اس کے باوجود اگر یہ عقیدہ قطعی و برحق ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے گئے ادیانِ سماویہ کا اس پر اتفاق ہے، اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کے عجیب و غریب اور دائرہ عقل سے بعید ہونے کے باوجود کسی کو اس کے انکار کی اجازت نہیں دی گئی، تو (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات) کے عقیدہ میں (انکار کی اجازت) کیسے (دی جاسکتی ہے)۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام اور حدیثِ ختمِ نبوت

پوری امت کا اس بات پر قطعی اجماع ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت حاصل ہو سکتی ہے نہ ہی رسالت۔ کم و بیش دو سو احادیث سے اس عقیدہ کا تواتر ثابت ہے۔ چنانچہ اس کی یہ تاویل کرنا کہ اس سے مراد صرف زمانہ کے اعتبار سے انقطاع ہے، بلا شک و شبہ کفر

ہے۔ ہاں یہ سمجھ لیجئے کہ جب آپ ﷺ پر سلسلہ نبوت تمام ہو گیا، امت کا اس پر اجماع قطعی ہو گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء پر بھی اجماع ہو گیا، تو علماء کرام نے آپ ﷺ کی حدیث مبارک: ان الرسالة والنبوة قد انقطعت، فلا رسول بعدی ولا نبی (بے شک سلسلہ نبوت و رسالت منقطع ہو چکا، نہ تو میرے بعد کوئی رسول ہے نہ ہی نبی) کی توجیہات بیان فرمائیں۔ جمہور حضرات نے فرمایا کہ اس سے مراد آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت عطا کئے جانے کی نفی ہے، جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان ہستیوں میں سے ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے ہی مرتبہ نبوت پر فائز ہو چکے ہیں۔ یہ بالکل واضح اور بے غبار توجیہ ہے اور اس کے سوا حدیث مبارک سے کچھ بھی مراد نہیں ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی کا آخری بچہ پہلے فوت ہو جائے اور پہلے پیدا ہونے والے بچے کی عمر دراز ہو جائے تو آخری اسے ہی کہا جائے گا (جو بعد میں پیدا ہونے کے اعتبار سے) آخری ہے (نہ کہ پہلے پیدا ہو کر بعد میں فوت ہونے والے کو)۔ کسی چیز کے وجود میں آنے اور پہلے سے حاصل شدہ وجود کے باقی رہنے میں فرق ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کروانے کے لئے ہو گا اور وہ اسی شریعت کی پیروی فرمائیں گے۔ انہیں اس دور میں نئی نبوت عطا نہیں کی جائے گی، کیونکہ ان کو نبوت پہلے ہی دی جا چکی ہے۔

ایک عبارت کی غلط تشریح

لیکن ایک مصنف نے آپ ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور مذکورہ بالا حدیث میں تطبیق دیتے ہوئے اور اس کے تواتر کو بیان کرتے ہوئے کچھ مختلف عنوان، اور ایسی تعبیر اختیار فرمائی جو نزول عیسیٰ علیہ السلام کے منافی نہیں ہے، البتہ اس کی عبارت ذرا عمدہ نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں: نبوت تشریحی منقطع ہو چکی ہے۔ جب حضرت عیسیٰ

علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو انہیں تشریع (یعنی نئے احکامات وغیرہ جاری کرنے) کا اختیار نہ ہوگا۔ اس قول کو اختیار کرنے والا بھی یہی اعتقاد رکھتا ہے کہ (غیر تشریحی نبوت کے حصول کا) یہ قول صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ یہ اعتقاد شریعت کی رو سے تو اتر کے ساتھ ثابت ہے۔ نیز اس بات پر اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے کہ جو بھی شخص آپ ﷺ کے بعد اس معنی میں حقیقی نبوت کا دعویٰ کرے گا جو ادیانِ سماویہ میں نبوت سے مراد ہوتا ہے وہ شخص کافر ہوگا۔ لیکن ملحدین نے اس قول کو لے کر اس کی مراد مسخ کی، اور آپ ﷺ کے بعد دوسروں کے لئے ایسی حقیقی نبوت کو جائز قرار دینے لگے جو تشریحی نہ ہو۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم (بلند و برتر اللہ کے سوا کوئی برائی سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت نہیں دے سکتا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد

موضوعات میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے بعض ملحدین کو ایسی گمراہی پھیلانے کا موقع مل گیا۔ حالانکہ وہ اس مفہوم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی ﷺ کے بیٹے ابراہیم کے سوا کسی اور کے لئے ثابت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ صحابی رسول ﷺ ابنِ ابی اوفیٰ یا کسی اور کا قول ہے کہ: اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے، مگر چونکہ نبوت ختم ہو چکی تھی تو ان کی موت مقدر فرمادی گئی۔ جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صفحہ ۹۱۳ پر ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بیان فرمانے کا ارادہ کیا کہ اگر (ان کی) نبوت ہوتی تو اس کی کیفیت کیا ہوتی اور اس کے لئے مذکورہ بالا عنوان اختیار فرمایا۔ مگر یہ لوگ اس کا مصداق ان دونوں ہستیوں کے ماسوا کو بھی بنانا چاہتے ہیں۔ لہذا ملحدین میدان میں اترے اور جہالت کی وجہ سے یا جان بوجھ کر اس کی مراد کو موڑ توڑ کر بیان کرنے لگے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختیار کردہ عنوان فی نفسہ تو کچھ

نامناسب ہے مگر معاذ اللہ ان کا ارادہ ضروریات دین اور تواثر سے ثابت امور کی مخالفت کا نہ تھا۔ جبکہ وہ بذات خود ”الشفاعہ“ کی شرح اور دیگر کتب میں صراحت فرما چکے ہیں کہ جو شخص اصطلاح دین میں متعارف نبوت کا دعویٰ اور چیلنج کرے وہ قطعی اجماع کی رو سے کافر ہے۔ ”الفقہ الاکبر“ کی شرح میں انہوں نے فرمایا: ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ بالاجماع کفر ہے۔

غیر تشریعی نبوت کی تحقیق

درحقیقت ایسی کسی نبوت کا وجود ہی نہیں ہے جو تشریعی نہ ہو۔ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام میں بھی ایسی نبوت نہیں تھی۔ جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”اصفہانیہ“ کی شرح میں (ص ۱۰۷ پر) لکھا ہے۔ کیونکہ ان انبیاء علیہم السلام کو بھی عام میں تخصیص کرنے اور مطلق کو مقید کرنے جیسے جزوی نسخ کا اختیار حاصل تھا۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی صراحتاً ایسی ہی بات ذکر فرمائی ہے۔ ایسی نبوت جس میں تشریع کا اختیار نہ ہو وہ خبر دینا تو ہو سکتا ہے نبوت نہیں۔ عارف سید ہمدانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے (جو بعد میں کشمیری کہلائے) ”شرح الفصوص“ میں اس بات کی تصریح کی ہے۔ لہذا تمہیں ہرگز شک کرنے والوں میں شامل نہیں ہونا چاہئے۔

اس تفصیل کی بنا پر ملحد مذکور کے لئے دائرہ اسلام میں نقب زنی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی، لہذا اسے جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالینا چاہئے: يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ^(۱)۔

(۱) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھا دیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کی تکمیل کر کے رہے گا، چاہے کافروں کو یہ بات کتنی بری لگے۔

خلاصہ کلام

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ختم نبوت کی بحث میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق احادیث کا متواتر ہونا واضح طور پر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانہ میں نزول پر امت نے اجماع کیا ہے۔ اس کے متعلق روایات حدیث شہرت بلکہ شاید حد تواتر معنوی تک پہنچی ہیں۔ ایک قول کے مطابق قرآن کریم میں صراحتاً اس کا بیان آیا ہے۔ اس پر ایمان لانے کو واجب اور اس کے منکر کو کافر قرار دیا گیا ہے جیسا کہ فلسفی لوگ۔ ان سب باتوں پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ آپ علیہ السلام ہمارے نبی ﷺ کے اس زندگی میں نبوت سے مزین ہونے سے قبل ہی نبی تھے۔

یہ بعینہ وہی بات ہے جو ہم نے ”تقدمة عقيدة الاسلام“ کے حوالے سے اکثر لوگوں کے قول میں ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت عطا نہیں کی جائے گی۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جو آپ ﷺ سے قبل ہی نبی تھے اور کسی چیز کے وجود اور بقا میں فرق ہوتا ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی عقائد کے بیان میں اس عقیدہ کی تائید فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا برحق اور واقعی امر ہے۔

خاتمة المحمدین علامہ سید محمد انور شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”اکفار الملحدين“ میں فرمایا: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول پر تواتر اور اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ لہذا اس میں تاویل و تحریف کرنا کفر ہے۔ ”روح المعانی“ میں صاحب روح المعانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محققین متاخرین سے ثابت ہے کہ جو شخص نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا قائل نہ ہو علماء کرام نے اسے کافر قرار دیا ہے۔ یہ حکم تواتر سے ثابت شرعی امور کا انکار کرنے کے بارے میں طے شدہ قاعدہ کی بنیاد پر قائم ہے۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔

پروفیسر حامد علی اعوان بہاء الدین زکریا یونیورسٹی

زبدۃ العارفین حضرت مولانا فضل محمد رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا فضل محمد رحمہ اللہ تعالیٰ 13 اپریل 1904ء کو رائے پور انڈیا میں پیدا ہوئے آپ بچپن ہی میں بلا کے ذہین و فطین تھے آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں رائے پور میں حاصل کی بچپن سے آپ پابند صوم و صلوة تھے۔ پھر آپ نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا دوران تعلیم آپ حکیم الامت حضرت مولانا الشاہ اشرف علی تھانوی کی خدمت میں حاضر ہوتے، انہوں نے ہمیشہ آپ پر خصوصی دست شفقت رکھا، جب بھی آپ ان سے ملتے وہ آپ کو کافی دیر اپنے سینے سے لگائے رکھتے اور فرماتے کہ فضل محمد ایک نہایت ہی نیک صالح انسان ہیں۔ آپ بھی ہمیشہ انکی خدمت میں کوئی کمی نہ آنے دیتے تھے، آپ حضرت تھانوی کی تعلیمات سے بہت زیادہ متاثر تھے ان سے شرف تلمذ کے علاوہ بھی خصوصی تعلق تھا ان کے مشورہ سے اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے برصغیر پاک و ہند کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے لیا اور سند فراغت دارالعلوم سے حاصل کی حصول تعلیم کے بعد آپ نے ریاست بہاولپور کے پسماندہ علاقہ فقیر والی کو اپنی نگاہ علمی کا مرکز بنایا مولانا ایک فقیر منش، درویش صفت، روشن ضمیر انسان تھے انہوں نے اشارہ غیبی اور منشاء ایزدی کو پا کر اپنی علمی وجاہت اور اخلاص کی بدولت اس بے آب و گیاہ بنجر دھرتی کے سیاہ سینے سے توحید و سنت کے مہر تاباں کے طلوع کا سماں پیدا کیا آپ کی جانفشانی اور محنت، علوم دینیہ کی سطوت و وجاہت اور اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت کی بدولت انہوں نے جامعہ قاسم العلوم کی بنیاد رکھی اس ادارہ کی برکت سے، فقیر والی، آج پوری دنیا میں صاحب بخت اور موجب رشک دکھائی دیتا ہے آپ نے 1937ء کو جب اس منبع رشد و ہدایت، چشمہ علم و حکمت اور مرکز توحید و سنت کی بنیاد رکھی تو اسباب ظاہری کے فقدان نے ہر کس و ناکس کو عجوبہ

حیرت بنا کر جملہ ماحول کی توجہ آپ پر مرکوز کر دی ابتدائی مراحل کچھ ایسے صبر آزما اور ہوش ربا تھے مل گیا تو بہتر ورنہ فاقہ کشی پر قناعت لیکن ان مشکلات کے باوجود انہوں نے تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، آپ ایک ایسے صاحب بصیرت دانائے راز تھے جنہوں نے ریاست بہاولپور میں جب اپنا حیات افروز پیغام سنانا شروع کیا تو اس وقت علاقہ کے لوگ افسردگی اور مایوسی کا شکار تھے، آپ نے اہل علاقہ کو امید کی ایک نیک کرن دیکھائی قدرت نے انسان کو بے شمار صلاحیتیں عطا کی ہیں اور اسے اشرف المخلوقات بنا کر دنیا میں بھیجا ہے، اب یہ اس پر منحصر ہے کہ وہ ان صلاحیتوں کو کس طرح بروئے کار لاتا ہے انسان کی ان صلاحیتوں کا تعلق بلاشبہ عقل و شعور علم و آگہی اور جستجو و عمل سے ہے۔ انہی کی بناء پر انسان نہ صرف اپنی زندگی میں علم و فن عزت و دولت جاہ منصب اور شہرت کی بلندیوں کو چھوتا ہے، بلکہ اپنے نیک بلند اوصاف نیک اعمال اور عظیم کارناموں کی بدولت ہمیشہ کے لیے امر ہو جاتا ہے۔ حیات جاوداں کا ستارہ بہت کم لوگوں کی پیشانی پر چمکتا ہے۔ مولانا فضل محمد بھی ایک ایسی ہستی تھے جنہوں نے دین و مذہب اور خدمت خلق کو اپنی زندگی کا مقصد اور نصب العین بنایا، جنہوں نے اپنے اخلاق کردار سے لاکھوں لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کیا انہیں "فقیر والی" کو اپنی نگاہ کا مرکز بنانے کی دہشتی کہ قدرت نے اس علاقہ کی کایا پلٹ دی، قاسم العلوم کی بنیاد جب انہوں نے رکھی تو اس ادارہ نے بہت جلد عالم گیر شہرت حاصل کر لی، متحدہ ہندوستان کے طول عرض سے طلباء جوق در جوق حصول علم کے لیے آپ کے پاس آنے لگے، دوسری عالم گیر جنگ کے بعد برصغیر کے مسلمانوں کے حالات انتہائی ابتر ہو گئے، تو آپ نے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے حکم پر تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مسلمانوں میں جذبہ آزادی پیدا کرنے کے لیے بھرپور کردار ادا کیا آپ کے اس جذبہ آزادی کو دیکھ کر ریاست بہاولپور کے انگریز وزیراعظم مسٹر ڈرننگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا مولانا آپ جو مجھ سے مانگیں میں دینے کے لیے تیار ہوں آپ

نے فرمایا تم مجھے خریدنا چاہتے ہو مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں، جب اس نے بہت زیادہ مجبور کیا تو آپ نے کہا کہ مخلوق خدا کے لیے کنواں کھدو دو مسٹر ڈرنگ آپ کے جواب سے حیرت زدہ ہو گیا، بہت دفعہ رات کو سخت سردی میں کوئی مہمان آ جاتا تو اپنا بستر اس کو دے دیتے اور خود ساری رات قرآن پاک کی تلاوت میں گزار دیتے، اللہ والے دلوں کی راجدہانی کے حکمران ہوتے ہیں اور ان کی حکمرانی کا سکہ صرف انسانوں میں ہی نہیں بلکہ جنات میں بھی چلتا ہے، اس طرح کا واقعہ خود میرے سامنے گزرا، شفاء خانہ حیوانات فقیر والی کے ڈاکٹر کے بیٹے کو جنات کا سایہ ہو گیا تو وہ تمام عاملوں سے تنگ آ گیا اور ایک دن آپ کی خدمت میں اپنے بچے کو لے کر حاضر ہوا آپ نے اس پر عمل کیا تو فوراً اس سے سائے کا اثر ختم ہو گیا اور اس جن نے کہا آپ مجھے سورج ڈوبنے تک اپنے پاس رہنے کی اجازت دیں تو میں آپ کا ممنون ہوں گا آپ نے اسے اجازت دے دی سورج ڈوبتے ہی وہ چلا گیا، اور ڈاکٹر آپ کی کرامت کو دیکھ کر ہمیشہ کیلئے آپ کا معتقد ہو گیا، اپنی وفات سے چند دن پہلے انہوں نے فجر کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا تمام حاضرین درود شریف پڑھ لیں، اور فرمایا آج مجھے آنحضرت ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی آپ ﷺ مسجد کے سامنے تشریف فرما تھے، اور آپ ﷺ کچھ تقسیم فرما رہے ہیں اور میرے بیٹے مولوی قاسم کو اس میں سے کچھ حصہ عنایت فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اب میرا وقت رحلت قریب آ پہنچا ہے اب میرے بعد میرے تمام بیٹوں میں سے مولوی قاسم جانشین ہوگا۔ (ماہ فضل و کمال ص ۱۲۱)

آپ نے ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا خواہ تحریک پاکستان ہو یا تحریک خلافت آپ نے ہمیشہ محبت و اخوت اور بھائی چارے کی تلقین کرتے اور مسلمانوں کے باہمی اتحاد کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے، حق شانہ نے انہیں اسلامی تعلیمات کو سہل و دل نشیں انداز میں بیان کرنے کی حیرت انگیز صلاحیتوں سے نوازا تھا آپ بلند قامت دینی مذہبی شخصیت ہونے کے باوجود تواضع و انکسار کا پیکر تھے، متحدہ ہندوستان میں آپ کا شمار ان چند گنے چنے اکابر علماء، دانشور،

صوفیاء، مفکروں میں ہوتا تھا جو ملت کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ اہل علم کے لیے مرجع اور سند تھے، میانہ روی اعتدال پسندی آپ کا خصوصی امتیاز تھا، آپ حضرت مدنی تھانوی خصوصیات دروایا ت کے امین تھے، آپ کو شرف تلمذ حضرت مدنی اور بیعت کا شرف حضرت حکیم الامت سے تھا، آپ جامع شریعت و طریقت فقیہ عصر اور محدث وقت تھے بہت سے غیر مسلم آپ کے اخلاق و کردار کو دیکھ کر حلقہ اسلام میں داخل ہوئے، آپ کی دینی، سماجی، ملی، رفاہی، ملکی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے آپ کو سند حسن کارکردگی عطا کی اور آپ کافی عرصہ سیشن کورٹ بہاولنگر میں امور شریعہ سرانجام دیتے رہے۔

جامعہ قاسم العلوم کی بین الاقوامی شہرت یافتہ لائبریری آپ کا اہل علم کے لیے ایک عظیم تحفہ ہے جس میں تیس ہزار سے زائد نایاب کتب موجود ہیں، آپ نے پوری کی پوری زندگی اسلامی تعلیمات کو پھیلانے اور جہالت، ضلالت، گمراہی، رسومات کی بیخ کنی میں گزاری یہاں تک کہ جب ایک عالم کے ظلمت کدوں میں اس مہتاب کی نورانی کرنوں سے اجالا پھیل گیا اور بے شمار گرد و غبار سے اٹے ہوئے خیالات و افکار پیغام توحید کی موسلا دھار بارش سے دھل کر نکھر گئے تو اچانک 23 فروری 1981ء کی ایک شب ملاء اعلیٰ سے اس چاند کا دور ختم ہونے کا حکم آن پہنچا اور یہ مہتاب اپنے لاکھوں عقیدت مندوں کو دل فگار اور اشد کرباں چھوڑ کر ابدی زندگی کے لیے اُفق آخرت میں روپوش ہو گیا۔

آج ان کے صاحبزادے مولانا محمد قاسم قاسمی اور ان کے پوتے صاحبزادہ مسعود قاسم قاسمی ان کی تعلیمات کو عام کر رہے ہیں، ان کے زیر اہتمام یہ مرکز روز افزوں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے، اور مولانا فضل محمد کی اقدار اور روایات کو زندہ و پائندہ رکھنے کے لیے بخیر و خوبی انتظام و انصرام اور قاسم العلوم کی ترویج و ترقی کے لیے ہمہ وقت محفکرو عمل دیکھائی دیتے ہیں۔ اتحاد بین المذاہب و مسالک کے لیے وہ ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔

مولانا محمد آصف چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۴ ربیع الثانی: حضرت مدظلہم نے مدرسہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی میں اصلاحی درس دیا۔
 ۶ حضرت مدظلہم نے جامع مسجد حقانیہ میں جمعہ کے موقع پر بیان فرمایا اور عصر کی نماز کے بعد جامعہ میں ہفتہ وار اصلاحی درس دیا۔ ۱۵ حضرت مدظلہم نے لکھنؤ میں سالانہ جلسہ سیرت النبی ﷺ سے خطاب فرمایا۔ ۲۳ حضرت مدظلہم نے موضع چوہال اور قصبہ چانڈی بلوچاں جلسہ سے خطاب فرمایا۔
 نیز جامعہ حقانیہ، حقانیہ ٹاؤن فروکہ روڈ پر جامع مسجد ترمذی میں شیخ الحدیث حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم عید گاہ کبیر والا نے اصلاحی درس دیا۔ ۲۶ جامع مسجد امام اعظم ابو حنیفہ، شاخ جامعہ ہذا میں سیرت خاتم الانبیاء ﷺ کے عنوان سے سالانہ جلسہ منعقد ہوا، جس سے مناظر ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہم، مولانا مفتی شاہد مسعود صاحب اور مولانا مفتی انتظار صاحب نے بیانات فرمائے۔ ۲۷ حضرت مدظلہم نے جمعہ کے موقع پر جامع مسجد حقانیہ میں بیان فرمایا اور بعد نماز عصر جامعہ میں ہفتہ وار اصلاحی درس دیا۔ ۲۸ حضرت مدظلہم نے جامعہ حقانیہ للبنات میں ناظرہ قرآن کریم مکمل کرنے والی بچیوں کو آخری سبق پڑھا کر بیان فرمایا اور دعاء کرائی۔
 ۲۹ حضرت مدظلہم نے لالیاں ضلع چنیوٹ میں جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔
 جامع مسجد ترمذی:

جامعہ حقانیہ ساہی وال، حقانیہ ٹاؤن فروکہ روڈ پر الحمد للہ جامع مسجد ترمذی کے تہہ خانہ 94x76 کی تعمیر کا کام جاری ہے تہہ خانہ کا تخمینہ لاگت تقریباً ایک کروڑ روپے (10000000) ہے۔ ستون اور تہہ خانہ کی دیواریں مکمل ہو چکی ہیں، اور چھت کا کام شروع ہے۔ قارئین سے سہولت کے ساتھ تکمیل کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

اہل سنت والجماعت کی عظیم دینی درس گاہ

جامعہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاول نگر کا

77 واں سالانہ عظیم الشان

جلسہ دستار بندی

بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو رہا ہے۔

احباب سے جوق در جوق شرکت کی اپیل ہے۔

بتاریخ: 28-29-30 مارچ بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار

(الراجعی الی الغیر):

حافظ مسعود قاسم قاسمی مہتمم جامعہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاول نگر

برائے رابطہ: 0300-7929035/7929951/4301927

